R. No. 2186/57

REGD. NO. L. 928

انجمن ترقی اردو (ہند) کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

فون نمبر ۲۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۵ پیسے

تاریخ اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

جلد ۲۸۔ شمارہ ۲۷ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۱۵ رجولائی ۱۹۶۹ء

اداریہ

پاکستان کی طرف سے کتابوں اور رسالوں پر پابندی

ہندوستان اور پاکستان دونوں کے شہریوں کی بھاری اکثریت یہ چاہتی ہے کہ یہ دونوں ہمسایہ ملک ایک دوسرے کے قریب ہوں اور ان میں تہذیبی و تجارتی تعلقات استوار ہوں، مگر خدا جانے کیا بات ہے کہ روز بروز یہ تعلقات کشیدہ ہوتے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے درمیان اختلافات کی خلیج بڑھتی جاتی ہے۔ تجارتی تعلقات نہ ہونے اور رقوم کے تبادلے کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے ایک ملک کا سنجیدہ اور علمی لٹریچر دوسرے ملک میں آسانی سے میسر نہ آتا تھا اور صرف اعزازی طور پر اور تبادلے میں ادبی رسالے آتے جاتے تھے۔ اسی طرح پچاس روپیہ تک کی کتابیں ایک ملک سے دوسرے ملک کو جا سکتی تھیں یا تحفے کے طور پر روانہ ہو سکتی تھیں۔ ان حالات میں محدود سہی، کسی نہ کسی طرح کا رابطہ تو قائم تھا مگر جون کے آغاز سے پاکستان کی حکومت نے یہ سلسلہ بھی بند کر دیا ہے اور اب وہاں سے نہ کوئی رسالہ اعزازی طور پر یا تبادلے میں آسکتا ہے نہ کوئی کتاب تحفے کے طور پر بھیجی جا سکتی ہے۔ یہی نہیں اگر ہندوستان سے کوئی کتاب بھیجی جائے تو سرحد پر روک لی جاتی ہے۔ ہماری اطلاع کے بموجب ہماری زبان اور اردو ادب کی کاپیاں بھی سرحد پر روک لی گئی ہیں اور وہاں کے لوگوں کو نہیں مل سکیں۔ دوسرے رسالوں اور کتابوں کے سلسلے میں بھی یہی خبر ہے۔ پاکستان کے کچھ خطوط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب وہاں سے ادبی رسالے تبادلے میں یا اعزازی طور پر بھیجنے کی اجازت نہیں ہے۔

یہ کیوں ہوا ہے اور اس سے کیا فائدہ مقصود ہے؟ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ ہندوستان اور پاکستان میں پانچ زبانیں مشترک ہیں۔ اردو، بنگالی، پنجابی، سندھی اور کشمیری۔ ظاہر ہے کہ دونوں طرف ان زبانوں کے بولنے والے یہ چاہتے ہیں کہ یہاں چھپنے والی کتابیں وہاں جا سکیں اور وہاں چھپنے والی یہاں آسکیں۔ ہندوستان کے بہت سے اردو کے ادیبوں کی تخلیقات پاکستان کے رسالوں میں چھپتی ہیں اور پاکستانی ادیب اپنی تخلیقات یہاں کے رسالوں کے لئے بھیجتے ہیں۔ ان کی علمی و ادبی اہمیت ہے۔ پھر اس ذریعے سے ایک ملک کے لکھنے والے دوسرے ملک کے لکھنے والوں کے ذہنی نقطۂ نظر سے واقف ہوتے ہیں۔ کتابوں اور رسالوں پر پابندی لگانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیا پاکستان کی حکومت چاہتی ہے کہ ایک ملک کے لکھنے والے دوسرے ملک کے لکھنے والوں سے بالکل اجنبی بن جائیں؟ کیا اس پابندی سے ہر ملک میں دوسرے ملک کے ادیبوں کی تخلیقات بلا اجازت چھاپ لینے کی بے راہ روی نہ بڑھے گی اور اس طرح ادیبوں کا اور ادب کا اور نقصان نہ ہوگا؟ بلا اجازت چھاپنے والے صرف اپنا نفع دیکھتے ہیں۔ آج بھی ہندوستان کے بہت سے ادیبوں کی تخلیقات پاکستان میں دھڑلے سے چھاپی جا رہی ہیں اور تجارتی ادارے نفع کما رہے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے ادیبوں کی کتابیں بھی یہاں کے ادارے چھاپ رہے ہیں اور کوئی ان سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ یہ صورت حال نہ صرف نہایت تکلیف دہ ہے۔ بلکہ اعلیٰ ادب کے فروغ اور ذہنی ارتباط کے لئے بہت مضر بھی ہے۔

کیا ہم توقع کریں کہ حکومت پاکستان اپنے اس حکم پر نظر ثانی کرے گی اور ادبی رسالوں کے تبادلے اور اعزازی پرچوں اور تحفے میں کتابوں کے آنے جانے پر سے پابندی ہٹا لے گی؟ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ کتابوں اور رسالوں کے آنے جانے پر کسی قسم کی پابندی نہ

ہوتی۔ یہ جائیکہ موجودہ سہولت بھی ختم ہو جائے۔ کاش حکومتیں ادب اور ادیبوں کے جذبات کو سمجھ سکتیں۔

وکٹر ہیوگو کے نام خطوط کا نیلام

فرانس کے شہرۂ آفاق ادیب وکٹر ہیوگو کے نام اس کی محبوبہ جولی نے ہزار ہا خطوط لکھے تھے۔ جولی پیشے کے اعتبار سے اداکارہ تھی لیکن وکٹر ہیوگو اس کی جس خصوصیت سے متوجہ کیا وہ فن و ادب سے جولی کی گہری دلچسپی اور اس کی ادبی صلاحیتیں تھیں۔

پچھلے دنوں ایک نیلام میں یہ خطوط ۲۵۵۴۱۰ فرانک میں فروخت کیے گئے۔

پاپولر سائنس کے موضوع پر یونیسکو سے ۱۹۶۸ء انعام یافتہ کتاب شائع ہوگئی

اردو و انگریزی زبانوں کے ادیب اور صحافی جناب اندرجیت لال کی کتاب "آج کی سائنس، نئی روشنی نئی باتیں" شائع ہوگئی ہے۔ اس کتاب کو یونیسکو نے ۱۹۶۸ء میں اپنے موضوع پر اردو کا بہترین مسودہ قرار دیتے ہوئے اعزاز و انعام سے نوازا تھا۔ یہ کتاب سلوچنا پرکاشن، تلک بازار، دہلی ۶ سے پانچ روپے چالیس پیسے میں حاصل کی جاسکتی ہے۔

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے اردو ریسرچ کے لئے فیلوشپ

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اس سال سینیئر فیلوشپ کے لئے ۱۴ امیدواروں کا انتخاب کیا ہے۔ اردو میں یہ فیلوشپ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ریسرچ اسکالر ڈاکٹر شمیم حنفی کو دیا گیا ہے۔

جونیئر فیلوشپ کے لئے کل ۲۴ امیدوار منتخب کیے گئے ہیں جن میں ایک اردو کے لئے ہے۔ یہ فیلوشپ ڈاکٹر اقبال اختر پٹنہ کالج پٹنہ کو ملا ہے۔

سینیئر فیلوشپ کی رقم پانچ سو روپے ماہانہ اور جونیئر فیلوشپ کی رقم تین سو روپے ماہانہ ہے۔ یہ فیلوشپ امیدواروں کو دو سال کے لئے دیئے گئے ہیں۔

دنیا میں ۲۷۹۶ زبانیں بولی جاتی ہیں

ایک روسی رسالہ کے بیان کے مطابق دنیا میں اس وقت ۲۷۹۶ زبانیں بولی جاتی ہیں ان میں لاطینی اور قدیم یونانی جیسی مردہ زبانیں بھی شامل ہیں۔ بڑی زبانیں یہ ہیں: چینی، اردو، ہندی، انگریزی، اسپینی، روسی، جرمن، جاپانی، پرتگالی، فرانسیسی، عربی، بنگالی اور اطالوی۔ یہ ۹۵ ملکوں کی سرکاری زبانیں ہیں اور جو شخص ان میں سے چھ زبانوں سے واقف ہے وہ گویا دنیا کی دو تہائی آبادی سے گفتگو کر سکتا ہے۔

تیلگو زبان کے ایک ممتاز شاعر کا انتقال

ادبی حلقوں میں یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ تلگو زبان کے مشہور شاعر اور افسانہ نگار کوی کونڈا لا وینکٹ راؤ کا انتقال ہوگیا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۷۷ سال تھی۔

صفحہ ۱۲ سے آگے

کچھ مرثیوں میں دھڑکتا ہوا جمہور کا دل
کچھ مرثیوں میں سلگتے ہوئے چہروں کا جمال
کچھ مرثیوں میں بپھرتی ہوئی موجِ ساحل
کچھ مرثیوں میں نئے ہند کی عظمت کا کمال

نظم کا خاتمہ اس شعر پر ہوتا ہے۔

جس نے خوابوں کے جزیرے میں ہمیں چھوڑا ہے
اک بڑے صبر شکن وقت پہ منہ موڑا ہے

اس نظم میں نہرو کی شخصیت کو شاعر نے اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کی ہے اور کہیں کہیں شاعرانہ پیرایۂ بیان اور جمالیاتی انداز فکر کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔ اعجاز صدیقی ایک کہنہ مشق شاعر ہیں۔ انھیں فن کے لوازمات پر مکمل مہارت اور قدرت حاصل ہے ان کے اسلوب میں ایک نوع کی تازگی اور طرفگی بھی ہے۔ "خوابوں کا مسیحا" ان چند نظموں میں سے ہے جن کا تاثر دیرپا ہوتا ہے۔

"ہماری زبان"

سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
(منیجر)

معذرت

۱ جولائی اور ۸ جولائی کے اخبارات ڈاک خانے میں ڈاک ٹکٹ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر سے بھیجے گئے۔ ادارہ "ہماری زبان" کے قارئین سے اس تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)

اقبال کرشن

غالب کا صوتیاتی مطالعہ

شاعروں ایک قسم (AURAL) بر جس کا مدار تخیل ہے جبکہ ایک شاعر کی شہرت و عظمت کا انحصار اس پر ہے کہ اس کے اشعار میں کلام کے صوتیاتی محاسن (ARTICULATORY PHONETIC BEAUTIES) کہاں تک سموئے گئے ہیں۔ ہمیں سیکڑوں اشعار ایسے ملیں گے جو اپنے مطالب مضامین اور تخیل کے لحاظ سے تو بلند پایہ ہیں مگر نہ سننے میں اچھے لگتے ہیں اور نہ پڑھنے میں۔ نتیجتاً یاد نہیں رہتے۔ اب ایسا بھی نہیں ہے کہ کلام کے صوتیاتی محاسن ہی سب کچھ ہیں اور تخیل، مطلب، مضمون وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ موٹی سی بات ہے کہ ایک انسان جسمانی طور پر کتنا ہی حسین ہو، اگر اس کی جامہ پوشی میں ذوق جمال نہیں تو اس کا حسن بہت کچھ ماند پڑ جاتا ہے۔ دوسری طرف، ایک انسان کتنا ہی بدصورت ہو اگر اس کی جامہ پوشی میں انتہائی ذوق جمال سے کام لیا گیا ہے تو اس کی بدصورتی بہت کچھ چھپ جاتی ہے۔

بہرحال اپنے کلام کے صوتیاتی محاسن کی وجہ سے غالب تمام اردو شاعروں پر (الا اقبال) فوقیت رکھتا ہے۔ اس مضمون میں غالب کے انہیں محاسن کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چونکہ پورے دیوان کا صوتیاتی جائزہ اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں اس لئے آسانی کی خاطر اس کی

(رگ وید)
مترجم دیو برہم ناتھ دت!

اوشا

اے خوب رو خاتون! تو مسکراتی ہے بانداز صد رعنائی
اجاگر کرتے ہوئے اپنے لازوال حسن کی بہاروں کو
اپنے پرنور سینے کے ابھار کو، اپنے رخ روشن کو
اپنے سنہرے بالوں کی سج دھج کو!

(۲)

تو دیوانی مستانی دلہن کی طرح من موہنی ہے
فاخرہ و آبدار لباس میں ملبوس
اپنے شوہر کی سحر خوردہ مجبانہ نگاہوں پر
نمایاں کرتی ہے اپنے متاع حسن کو شوخی و بے باکی سے

(۳)

یا تو ایک جمیلہ ہے اپنی ماں کے ہاتھوں آراستہ پیراستہ
اپنے حسن کے جلال اور عظمت میں مخمور و سرشار
جس کی ہر نگاہ سے مترشح ہے ایسا سحر حسن جو
جاذب النظر بھی ہے اور دلوں کو موہ لینے والا بھی

(۴)

یا تو ایک رقاصہ ہے، جو پازیب کی جھنکار اور سریلی تانوں،
زرق برق لباس کی جھلملاہٹ، اشاروں اور کنایوں کی
عشوہ گری سے اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے اپنے سامنے
بیٹھے ہوئے مشتاق اور دم بستہ جم غفیر کو!

(۵)

یا تو ایک دوشیزہ ہے جو شائق ہے اپنے جسم اعضا کو غسل دینے کی
دور جنگل میں، شور، کسی خنک، شیریں، رواں ندی میں
نامحرم و ناتراشیدہ نگاہوں کی زد سے دور ڈبکی لگاتی ہے
اور پھر وہاں سے باہر نکلتی ہے، پہلے سے بھی کہیں زیادہ خوشنما اور دل زیبا ہو کر

(۶)

مگر تیری کچھ پیش نہیں چلتی، دل پھینک اور رسیا سورج کے سامنے
جو بے تابی اور تیز روی سے تیرے تعاقب میں ہے
جلد ہی اس دوڑ میں تو ہار کر، چور ہو کر، گر پڑتی ہے اس کی آغوش میں
اور فنا کر دیتی ہے خود کو اس کی ہستی میں

(۷)

حسین اوشا! اگرچہ تو ان گنت صدیوں سے جلوہ نما ہے
مگر نت نئے سورج، نئے سرے سے ہر روز
زندگی کی رعنائیوں اور رنگینیوں سے ہم کنار ہوتی ہے
اس لئے تو نوخیز بھی ہے اور سال خوردہ بھی!

مشہور نظم "التجا بانجاح مرام" کا جائزہ لیا گیا ہے جو کلام غالب کے صوتی محاسن کی نمائندگی کرتی ہے۔

پہلے نظم ملاحظہ ہو۔ تجنیس صوتی (ALLITERATION) کی نشاندہی کے لئے حاشیے میں حروف دے دیے گئے ہیں۔ ہر شعر کی تقطیع بھی کر دی گئی ہے تاکہ صحیح انداز سے پڑھا جائے۔

اے شہنشاہ فلک منظر || بے مثل و نظیر
اے جہاندار کرم شیوہ || بے شبہ و عدیل

پاؤں سے تیرے ملے || فرق ارادت اورنگ
فرق سے تیرے کرے || کسب سعادت اکلیل

تیرا انداز سخن || شانہ زلف الہام
تیری رفتار قلم || جنبش بال جبریل

تجھ سے عالم پہ کھلا || رابطہ قرب کلیم
تجھ سے دنیا میں بچھا || مائدہ بذل خلیل

بانی اور دو مرتبہ سخن و الفاظ
بہ کرم ما خفتہ حقیقت و معنی

تا ترے وقت میں ہو || عیش و طرب کی توفیر
تا ترے عہد میں ہو || رنج و الم کی تقلیل

ماہ نے چھوڑ دیا || ثور سے جانا باہر
زہرہ نے ترک کیا || حوت سے کرنا تحویل

تیری دانش || مری اصلاح مفاسد کی رہین
تیری بخشش || مرے انجاح مقاصد کی کفیل

بخت ناساز نے چاہا || کہ نہ دے مجھ کو اماں
چرخ کج باز نے چاہا || کہ کرے مجھ کو ذلیل

پیچھے ڈورے ہے ‖ سررشتۂ اوقات میں گانٹھ — ر ، ت
پہلے ٹھونکے ہے ‖ بن ناخن تدبیر میں کیل — ل ، ک ، ب ، ن

تپشِ دل نہیں ‖ ہے رابطۂ خوف عظیم — ت ، ل ، (ط) ، م ، ب
کشش دم نہیں ‖ ہے ضابطۂ جر ثقیل — ش ، ب

دریغی ہے ‖ سراسخو لقا کی داڑھی — و ، د ، م ، س ، (ص)
غم نہیں ہے ‖ سراسیمہ ہمرکی زنبیل — گ ، (نب) ، س ، ر

فکر میری ‖ گہر اندوز اشارات کثیر — ک ، ر
کلک میری ‖ رقم آموز عبارات قلیل — ک ، ل ، م ، ر ، ق

میرے ابہام پہ ‖ ہوتی ہے تصدق توضیح — م ، ہ ، (ح) ، ت
میرے اجمال سے ‖ کرتی ہے تراوش تفصیل — م ، ل ، س ، (ص) ، ت

نیک ہوتی مری حالت ‖ تو نہ دیتا تکلیف — ن ، ک ، ہ ، (ح) ، ت ، ل
جمع ہوتی مری خاطر ‖ تو نہ کرتا تعجیل — ج ، ت ، (ط) ، م

قبلۂ کون و مکاں ‖ خستہ نوازی میں یہ دیر — ک ، م ، ن
کعبۂ امن و اماں ‖ عقدہ کشائی میں یہ ڈھیل — ک ، م

اب آئیے، ہم ایک ایک شعر کا صوتی جائزہ لیں۔

۱۔ مصمتوں کی ترتیب:

ش ہ ن ش ہ ف ل ک م ن ظ ر ب م ث ل ن ظ ر
ج ہ د ر ک ر م ش ب ش ب ہ د ل

مخارج:

مصرعۂ اول: صفیری تالوئی غیر مسموع، صفیری حلقی غیر مسموع، انفی نوکیلی، صفیری تالوئی غیر مسموع، صفیری حلقی غیر مسموع، صفیری لبی غیر مسموع، پہلوئی نوکیلی، بندشی خشائی، غیر منفوس، انفی لبی، انفی نوکیلی، صفیری نوکیلی مسموع، تھپک دار نوکیلی، بندشی لبی مسموع غیر منفوس، انفی لبی، صفیری نوکیلی غیر مسموع، پہلوئی نوکیلی، انفی نوکیلی، صفیری نوکیلی مسموع، تھپک دار نوکیلی۔

یہاں ۱۱ مصمتے ۱۹ بار استعمال کئے گئے ہیں۔ ترتیب اتنی اچھی ہے کہ ادائے تلفظ میں مطلق دشواری پیش نہیں آتی۔

مصرعۂ دوم: بندشی تالوئی، صفیری حلقی، بندشی نوکیلی، تھپک دار نوکیلی، بندشی خشائی، تھپک دار نوکیلی، انفی لبی، صفیری تالوئی، بندشی لبی، صفیری تالوئی، بندشی لبی، صفیری حلقی، بندشی نوکیلی، پہلوئی نوکیلی۔

یہاں صرف ۹ مصمتے ۱۴ بار استعمال ہوئے ہیں۔

پورے شعر میں ۲۰ مصمتوں کو ۳۳ بار استعمال کیا گیا ہے۔ ان میں علیحدہ اکثریت صفیری کو حاصل ہے۔

مصوتوں کی ترتیب:

مصرعۂ اول (بائیں طرف سے)

[illegible]

مخارج:

اگلا غیر مدور، مرکزی غیر مدور، مرکزی غیر مدور، پچھلا غیر مدور، اگلا غیر مدور، مرکزی غیر مدور، مرکزی غیر مدور، مرکزی غیر مدور، مرکزی غیر مدور، اگلا غیر مدور، اگلا غیر مدور، اگلا غیر مدور، پچھلا مدور، مرکزی غیر مدور، اگلا غیر مدور۔

مصرعۂ دوم

[illegible]

مخارج:

اگلا غیر مدور، مرکزی غیر مدور، پچھلا غیر مدور، پچھلا غیر مدور، اگلا غیر مدور، مرکزی غیر مدور، مرکزی غیر مدور، اگلا غیر مدور، مرکزی غیر مدور، اگلا غیر مدور، اگلا غیر مدور، پچھلا مدور، مرکزی غیر مدور، اگلا غیر مدور۔

غرض اسی طرح تمام اشعار کا تجزیہ کرتے چلے جائیے۔ آپ دیکھیں گے کہ غالب کے اشعار اپنے اندر صوتی تلذذ رکھتے ہیں اگر کوئی رکن (SYLLABLE) بندشی مصمتے پر ختم ہوتا ہے، تو اس کے بعد کا رکن غیر بندشی مصمتے پر ختم ہوتا ہے جیسے:

فلک منظر (فلک من)

یہاں کاف بندشی ہے لیکن ن غیر بندشی۔ اس سے یہ دوسرا نتیجہ نکلتا ہے کہ پورے مصرعہ کی صوتی مقدار ایک ہی رہتی ہے۔ دوسرے شعر کے ارکان (SYLLABLES) پر غور کیجیے:

پا	دُ	بے	تے	نُ	مُ	لے	فر	قِ	ہا	ادت	اد	رنگ
فر	اِق	اے	تے	رِ	اِک	بے	اُکس	با	حا	عا وت	ام	یل

تمام بالمقابل ارکان کی صوتی مقدار ایک ہی ہے۔ صرف آخری سے پہلے والے رکن (ادا) کی صوتی مقدار (اک) سے زیادہ ہے کیوں کہ کاف ایک بندشی مصمتہ ہے۔ لیکن اس عدم توازن کی تلافی آخری رکن میں کردی گئی ہے۔ غرض صوتی مقدار کے اعتبار سے غالب کے اشعار کہنا چاہئے موزوں ترین ہوتے ہیں (ماہرین صوتیات نے صوتی مقدار کے تین درجے شناخت کئے ہیں)

برسبیل تذکرہ، کلام غالب کی یہ ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ ایک شعر کے دو مصرعوں میں مقابلے کے جو الفاظ آتے ہیں وہ ہم وزن ہوتے ہیں اور ان میں اکثر صوتی قافیہ پایا جاتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

مراسلات

دیوانِ غالب نسخۂ امروہہ کی دریافت

۱۵؍جون اور ۲۲؍جون ۱۹۶۹ء کی اشاعتوں میں جناب جلال الدین اور جناب سید شمس الرحمٰن رحمانی کے مراسلات دیکھے۔ اس سلسلے میں چند بنیادی امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں:

جلال الدین صاحب اصل کتاب اور اس کے مطالب سے زیادہ اہمیت اس بات کو دے رہے ہیں کہ اسے کس نے "دریافت" کیا؟[1] مجھے نہ تو دیوانِ غالب کی تصنیف میں شرکت کا دعویٰ ہے نہ اسے "دریافت" کرنے کا۔ میں نے ابھی تک اپنے قلم سے کوئی گمراہ کن بات نہیں لکھی نہ کوئی غلط دعویٰ کیا ہے نہ میں اپنی کلاہ کو اس طرۂ افتخار سے سجانے کے لئے کسی نچلی سطح پر اترنے کو آمادہ ہوں۔ میں نے ہماری زبان کو پہلا ہی مراسلہ (غالباً) ۱۸؍اپریل کو بھیجا تھا جو ۲۲؍اپریل کی اشاعت میں شامل ہوا۔ اس میں پریس ٹرسٹ آف انڈیا کی خبر کا حوالہ پہلی ہی سطر میں موجود تھا لیکن اس خبر میں جلال الدین صاحب کا نام نہیں تھا۔ "یوپی آرکائیوز کے ایک افسر کے حوالے سے خبر دی گئی تھی اور تحقیقی معاملات میں افسری" بہت ضمنی چیز ہے جن خبر رساں ایجنسیوں نے انٹرویو لینے کے لئے جلال صاحب کے دردولت پر ہجوم کیا تھا ان کو چاہئے تھا کہ افسر ہونے سے زیادہ ان کے "پایۂ استناد" پر زور دیتے اور ان کا نام خبر میں درج کرتے۔ پھر میں نے ۲۴؍اپریل کو اس دیوان سے متعلق ایک تفصیلی نوٹ لکھا (جس کے بعض مندرجات سے خود مجھے اب اختلاف ہے) اور اسے رسالہ آج کل (دہلی) کے دفتر میں دے کر آیا۔ اس وقت جون کے شمارے کی کتابت ہو چکی تھی لیکن ایڈیٹر صاحب نے اس مضمون کے لئے خصوصی گنجائش پیدا کی اور اسے فوراً کتابت کے لئے دے دیا گیا۔ یہ شمارہ ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کی اچانک وفات کے باعث قدرے مؤخر ہو گیا ورنہ مئی کے آخری ہفتے میں چھپ کر تیار ہو چکا تھا۔

ہماری زبان کے مراسلے کے سوا میں نے "آج کل" میں یہی مضمون ذرا تفصیل سے لکھا تھا اور اس میں دیوانِ غالب کے تین صفحوں کے عکس بھی پہلی بار شامل کئے گئے تھے۔ دوسرا مختصر مضمون میرے مجموعۂ مضامین "تلاشِ غالب" میں شامل ہے جو اگرچہ اس وقت چھپ چکی تھی لیکن اس میں آٹھ صفحوں کی گنجائش پیدا کر کے ایک نوٹ شامل کر دیا گیا۔

میں نے ابھی تک نہ کہیں اس خبر کی تردید کی، نہ جلال الدین صاحب کا نام چھپایا، نہ ان کے اعزاز و افتخار کو کم کرنے کی کوشش کی: "آج کل" والے مضمون میں صریحاً لکھا گیا ہے کہ دیوان کے دریافت ہونے کی خبر جلال الدین صاحب نے اخبارات کو بھیجی۔ امید ہے کہ میرے اتنے اظہار و شہادت سے جلال صاحب مطمئن ہو جائیں گے۔

اب میں اپنی رائے بھی عرض کر دوں: توفیق احمد صاحب مالک نسخہ گیارہ سال سے قلمی کتابوں اور دستاویزوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں، اگرچہ وہ کوئی "محقق" یا "ادیب" نہیں ہیں لیکن انھیں ایسی چیزیں خریدنے میں اپنا روپیہ پھنسانا پڑتا ہے اور پھر اسے مختلف اداروں سے منافع کے ساتھ وصول کرنا ہوتا ہے اس لئے ان کی نظر بھی کسی "محقق" یا "دیکھ ریکھ" کرنے والے شخص سے کم نہیں ہے۔ انھوں نے دیوانِ غالب کو "نوشکی" یا "تقدر کا لا چور" سمجھ کر نہیں خریدا تھا، پورے ہوش و گوش کے ساتھ یہ جان کر خریدا تھا کہ یہ غالب کا دیوان ہے اور اس پر ترقیمے کی عبارت دعویٰ کر رہی ہے کہ

[1] میں اس سے بحث کرنا نہیں چاہتا کہ اس قدیم ترین دیوانِ غالب کی خصوصیات کیا ہیں؟ نیز ارشاد ہے: "نسخے کی دریافت کو میں اہم کام نہیں سمجھتا" اور میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس نسخے کی قدر و قیمت پر اظہار خیال کروں۔" (ہماری زبان ۱۵؍جون)

رؤف خیر

غزل

نہ جانے چیخ بنے درد، یا دعا ہو جائے
پتہ نہیں ترے جانے کے بعد کیا ہو جائے

کھنڈر کھنڈر ہی رہے، اب نہ راستہ ہو جائے
دل غریب نہ پھر نذرِ حادثہ ہو جائے

ادھورے پن کا ہے احساس اپنے من میں اسے
وگرنہ آدمی اپنی جگہ خدا ہو جائے

دکھائی دینے لگے صاف پھر اک چہرہ
اگر نگاہ اندھیرے سے آشنا ہو جائے

کہاں چھپاتے پھروگے تم اپنا چہرہ وعکس
ہر ایک زخم اگر دل کا آئنہ ہو جائے

وہ آدمی جو غمِ زندگی کا باغی ہے
اسے شعورِ غمِ زندگی عطا ہو جائے

امید وبیم کو یوں بھی ہے خیر بند صدف
چلو اس آخری در پر بھی اک صدا ہو جائے

غالب کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ اور مفتی شفیق الحسن صاحب بھوپال جنھوں نے توفیق احمد صاحب کو یہ نسخہ دیا انھوں نے بھی یہ کہہ کر فروخت کیا کہ "غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بیاض ہے"۔ ایسی صورت میں اگر "دریافت" کرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ دیوان قطعاً گوشۂ گمنامی میں تھا کوئی اس کی اصل حقیقت سے واقف نہ تھا اور وہ دیوان غالب سمجھ کر روشنی میں لایا گیا تو یہ دریافت مفتی صاحب کی ہے یا توفیق احمد کی۔ ہاں اگر ترقیمے کی عبارت نہ ہوتی یا کاتب کا نام کہیں لکھا ہوا نہ ہوتا اور دستاویزات کی "دیکھ ریکھ" کرنے والا کوئی ماہر مختلف شواہد کی روشنی میں اسے بخط غالب ثابت کر دیتا تو اسے اس کا حق پہنچتا تھا کہ اس کی دریافت کا سہرا اپنے سر باندھ لے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بابل و نینوا کے کتبات اور حمورابی کا قانون پڑھنے والوں نے بھی اپنے نام کو چمکانے کے لئے اتنی "ہیرا افشانی" نہ کی ہوگی جتنی جلال الدین صاحب فرما رہے ہیں۔ اس دیوان کی نوعیت ایسی ہے اور اتنا بدیہی طور پر غالب کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جلال الدین صاحب کے سوا جو بھی اسے پہلی بار دیکھتا اور سرسری ورق گردانی کرتا وہ اسی نتیجے پر پہنچتا۔ لہٰذا اب مسئلہ یہ رہا کہ توفیق احمد کے پاس اسے سب سے پہلے کس نے دیکھا؟

۵ر اپریل کو یہ نسخہ خرید کر وہ دہلی کے لئے روانہ ہوگئے اور ۶ر اپریل کی صبح کو دہلی میں پہنچے وہاں صبح سے شام تک کئی درجن حضرات نے اسے بچشم خود دیکھا جن میں مکتبہ جامعہ کے ذہین عباسی اور کتب خانہ انجمن کے مولوی نیاز الدین صاحب بھی شامل ہیں۔ ان حضرات نے مجھ سے بیان کیا۔ میں نے باور تو نہیں کیا لیکن یہ کہا کہ "بغیر دیکھے تردید یا تصدیق مشکل ہے"۔ اگلے دن اخبار الجمعیۃ میں سولہ مربع انچ کا اشتہار دیکھا جو کم سے کم ۵۰ روپے میں دیا گیا ہوگا۔ اسے دیکھ کر خیال ہوا کہ مالک کو وثوق نہ ہوتا تو اتنے روپے اشتہار میں صرف نہ کرتا۔ میں نے توفیق احمد کو خط لکھ کر بلایا اور وہ اسی دن مجھ سے ملے جس دن خبر رساں ایجنسیوں نے جلال الدین صاحب سے انٹرویو لے کر اسے پوری دنیا میں پھیلایا تھا۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت مولانا امتیاز علی عرشی مدظلہ نے اسے ملاحظہ فرمایا اور تصدیق کی۔ جلال الدین صاحب اور عرشی صاحب قبلہ کے درمیان کیا مکالمے ہوئے اس کا تو مجھے علم نہیں لیکن جلال صاحب سے ملاقات کے بعد عرشی صاحب نے جو خط توفیق احمد کو تحریر فرمایا تھا اس میں صرف اتنا لکھا تھا کہ آپ وہ نسخہ لے کر رام پور تشریف لائیں یہاں غالب کی بہت سی تحریریں محفوظ ہیں ان سے خط غالب کی مخصوص علامات کا مقابلہ کرکے میں یہ فیصلہ کرسکوں گا کہ یہ دیوان بخط غالب ہے یا نہیں۔ جلال الدین صاحب ۱۴ر اپریل کو عرشی صاحب قبلہ سے ملے ہیں لیکن جب میرا مراسلہ ۲۲ر اپریل ۱۹۶۹ء کے ہماری زبان میں چھپنے کے لئے پہنچا تو پروفیسر آل احمد سرور نے ایک ذاتی خط اکبر علی خاں صاحب کو لکھا کہ اس دیوان کے بارے میں معلومات کی جائیں اور اس کے بعد ہی یکم مئی ۱۹۶۹ء کو برادرم اکبر علی خاں صاحب امروہہ تشریف لائے اور مالک نسخہ کو اپنے ساتھ رام پور لے گئے۔ ایسی صورت میں جلال صاحب کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ صرف چار صفحوں کے فوٹو دیکھ کر ہی عرشی صاحب نے تصدیق فرما دی تھی اور کی بھی ہو تو اہمیت عرشی صاحب قبلہ کی تصدیق کی ہوگی یا جلال صاحب کے توسط کی؟ فوٹو دیکھ کر تصدیق کرنا اس لئے مشکل تھا کہ یہ فوٹو امروہہ کے ایک فوٹو گرافر نے معمولی کیمرے سے لئے تھے اور قطعاً صاف اور روشن نہیں تھے۔ دوسرے فوٹو سے کاغذ، روشنائی اور قدامت وغیرہ کا اندازہ نہیں ہوا کرتا۔

اس کے سوا یہ امر کہ جلال الدین صاحب نے قومی آواز یا سیاست کانپور یا نیشنل ہیرالڈ کو یہ خبر بھیجی اور وہاں شائع ہوئی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ پریس ٹرسٹ کی خبر میں تو ان کا نام ہی نہیں تھا اور بغیر نام کے جب میں باور نہیں کر سکتا تھا تو یہی سمجھتا ہوں کہ بہت سے حضرات نے شک کیا ہوگا۔ رہا قومی آواز اور سیاست وغیرہ تو جلال صاحب کو یہ سمجھنا چاہئے تھا کہ یہ کوئی سیاسی دریافت نہیں ہے علمی اور ادبی معاملہ ہے لہٰذا انھیں ایسے اخبار کو اطلاع دینی چاہئے تھی جو ارباب علم کی نظروں سے گزرتا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے اخبار و افکار کے لئے ہندوستان میں 'ہماری زبان' سے زیادہ وسیع علمی حلقہ رکھنے والا کوئی اخبار نہیں ہے اور اصحاب علم اس کی تصدیق کریں گے کہ اس نسخے کی مختصر کیفیت کسی نام کے ساتھ سب سے پہلے انھوں نے ہماری زبان (۲۲ر اپریل) میں پڑھی۔ مگر مجھے نہ اولیت کا دعویٰ ہے نہ اسے دریافت کرنے کا مدعی ہوں۔ میرا مضمون آج کل (جون ۶۹ء) میں چھپا ہے اور جلال الدین صاحب کے فاضلانہ مضمون کے بارے میں ابھی تک یہ لکھا جا رہا ہے کہ اس کا انتظار کیا جائے۔ اس لئے کہ وہ کسی ایسے رسالے میں چھپے گا جو خواہ کبھی شائع ہو مگر اس پر "غالب نمبر فروری ۱۹۶۹ء" ضرور لکھا ہوا ہوگا۔ بلا سے اگر دیوان اپریل ۶۹ء میں دریافت ہوا ہے۔

میرے معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ "دیوان غالب" خود توفیق احمد نے دریافت کیا، سب سے پہلے اس کی خبر جلال الدین صاحب نے اخباروں میں بھیجی (جس میں ان کا نام نہیں تھا) جس سے متعلق علمی حلقوں کے شکوک ہماری زبان میں میرا مراسلہ دیکھ کر دور ہوئے اور دیوان کی صحیح قدر و قیمت اور اہمیت کا احساس عرشی صاحب قبلہ کے نام کے حوالے سے ہوا۔ واضح ہو کہ ابھی تک عرشی صاحب قبلہ نے خود ایک لفظ بھی شائع نہیں کرایا ہے، برادرم اکبر علی خاں کا بیان شائع ہوا ہے۔ لیکن جب کبھی عرشی صاحب کا مضمون شائع ہوگا سب سے زیادہ اہم بیان وہی ہوگا کیونکہ اپنے علم و فضل اور مخطوطات شناسی میں بے مثل مہارت کے علاوہ عرشی صاحب "دیوان غالب" کے سب سے بڑے محقق اور ان کا "نسخۂ عرشی"

بلاشبہ دیوان غالب کا مستند ترین نسخہ ہے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ مجھ جیسے ایک درجن لکھنے والے بھی اہل علم کی رائے کو اتنا مطمئن نہیں کر سکتے جتنا عرشی صاحب قبلہ کا صرف یہ فرما دینا کہ "یہ دیوان غالب بخط غالب ہے"۔

اپنے اسی مراسلے میں جلال صاحب نے زمانۂ کتابت کی بحث بھی چھیڑی ہے پہلے غالب کے کچھ اشعار نقل کئے تھے وہ بھی اصل بے جوڑ تھے لیکن وہاں ان کا کوئی سیاق نہ تھا بس یہ دعویٰ کرنا تھا کہ پہلے میں نے چھاپے۔ اور یہاں بھی سنہ کتابت کی بحث زائد ہے اسے علیحدہ کسی مراسلے میں چھیڑنا چاہئے تھا۔

رہی رعنائی صاحب کی وکالت۔ اس کے متعلق ضرورت محسوس کی تو آئندہ کچھ لکھوں گا یہ مراسلہ پہلے ہی خاصا طویل ہو گیا ہے۔ (نثار احمد فاروقی)

مالک نسخۂ امروہہ کا بیان

نسخۂ امروہہ دیوان غالب کے سلسلے میں محترمی جلال الدین صاحب الہ آبادی کا مراسلہ ہماری زبان مورخہ ۲۲ جون ۶۹ء میری نظر سے گذرا۔

آپ نے اس مراسلے میں حضرت مولٰنا امتیاز علی خاں عرشی مدظلہ العالی اور اکبر علی خاں کے تجویز کردہ سن ۱۲۳۱ھ سے انکار کیا ہے اور لکھا کہ یہ سن بالکل غلط ہے آپ نے دعویٰ کیا کہ ۱۴ رجب المرجب سہ شنبہ کسی سن ۱۲۳۱ھ میں نہیں آتا جلال الدین صاحب کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے معلوم ایسا ہوتا ہے جس طرح مرزا غالب نے اپنے اس مخطوطہ دیوان میں اپنی چند عمدہ غزلیں قلم زد کی ہیں اسی طرح جلال الدین رد و ادل میں لکھ گئے ہیں مجھے ۲۲ جون ۶۹ء کا ہماری زبان مورخہ ۲۵ جون ۶۹ء کو وصول ہوا مراسلہ پڑھتے ہی فوراً ماتھا ٹھنکا گیا یہ مراسلہ اکبر خاں بھی پڑھ چکے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نہ معلوم کس طرح سمجھ گئے اور فوراً اپنے کتب خانہ رضا لائبریری سے تقویم یکصد و دو سالہ من ابتدائے ۱۷۶۴ء تا نہایت ۱۸۶۵ء مطبع منشی نول کشور لکھنؤ نکالی۔

اس کا صفحہ ۳۲۳ دیکھا دیکھتے ہی یہ سن نکلا

۱۴ رجب المرجب روز سہ شنبہ ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۱ جون ۱۸۱۶ء یہ سن اور یہ دن پریس کی عمدہ روشنائی سے لکھا ہوا موجود ہے۔ (توفیق احمد چشتی قادری مالک نیشنل بکڈپو امروہہ)

قدیم ترین دیوان غالب کی تاریخ کتابت

"قدیم ترین دریافت شدہ دیوان غالب" کے بارے میں جناب جلال الدین صاحب نے "ہماری زبان" کے شمارہ ۲۲ جون ونیز دعوت کے گذشتہ شمارہ میں اس دیوان کی تاریخ تدوین ۱۴ رجب ۱۲۳۶ھ/۱۷ اپریل ۱۸۲۱ء قرار دی ہے جب کہ غالب کی عمر ۲۴ سال کی تھی

اس کے برخلاف یکم جولائی کے شمارۂ "ہماری زبان" میں جناب اکبر علی خاں صاحب اور مولانا عرشی صاحب نے یہ نتیجہ اخذ فرمایا ہے کہ دیوان کی تکمیل کے وقت غالب کی عمر صرف ۱۹ سال کی تھی اور ۱۲۳۱ھ میں یہ دیوان مکمل ہوا ہے۔

اس اختلاف رائے اور تقریباً ۴۰۔۵۰ سال کے اس تفاوت نے غالب پر کام کرنے والے حلقوں میں ایک الجھن سی پیدا کر دی ہے جس سے اس دیوان کے بارے میں نتائج اخذ کرنے میں بڑی غلطیوں کے سرزد ہونے کا امکان ہے اہل علم و دیگر ماہرین غالبیات سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس جانب توجہ فرمائیں اور اس کا قطعی حل پیش کریں غالب نے جب ترقیمے میں "۱۴ رجب المرجب یوم سہ شنبہ سنہ ہجری" درج کر دیا ہے تو پھر قدیم تقویم سے غالباً سن ہجری نکالنے میں دشواری نہ ہوگی جناب جلال الدین صاحب کا یہ کارنامہ لائق صد تحسین ہے کہ گوشۂ خفا سے نکال کر علمی دنیا میں اس بیش بہا دیوان کو متعارف کرایا لیکن ان کے مراسلے اور دیگر مراسلوں سے یہ بات ظاہر نہ ہو سکی کہ اس دیوان کا کیا حشر ہو رہا ہے مرکزی غالب تقریباً کمیٹی" کو چاہئے کہ اس نادر روزگار نسخے کو جلد از جلد حاصل کرنے میں سبقت لے جائے تاکہ یہ نسخہ سب سے بڑے علمی و تحقیقی ادارہ میں محفوظ ہو سکے اور اہل تحقیق اس پر کام کر سکیں۔

(احمد حسن)

ایک تجویز

میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مرحوم ذاکر صاحب سے متعلق جس قدر مضامین نظم و نثر اخبارات، رسائل، ریڈیو اور دیگر وسائل سے منظر عام پر آئے ہیں ان کا انتخاب "یادگار ذاکر" کے نام سے ایک کتاب کی شکل میں انجمن کی جانب سے شائع کیا جائے اور مرحوم ڈاکٹر صاحب کی پہلی برسی کے موقعہ پر ریلیز کی جائے۔ اس سلسلے میں ہماری زبان کے قارئین بھی امید ہے میری تجویز سے اتفاق کریں گے۔

(ب۔ ر۔ بخشی)

تصحیح

ہماری زبان ۸ جولائی ۶۹ء کے شمارے میں "کتابیں ملیں" عنوان کے تحت جناب ذکی کاکوروی کی کتاب "غزل انسائیکلو پیڈیا" کا نام غلطی سے "غالب انسائیکلو پیڈیا" چھپ گیا ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔

(ادارہ)

ہماری زبان

کو مضامین و مراسلات ارسال کرتے وقت یہ ملحوظ رہے کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں۔

(منیجر)

باقی صفحہ ۴ سے آگے

۱۔ اے شہنشاہِ فلک منظرِ بے مثل و نظیر
اے جہاندار کرم شیوۂ بے شبہ و عدیل

شہنشاہ جہاندار
فلک کرم
منظر شیوہ
مثل شبہ
نظیر عدیل

تیرا اندازِ سخن
تیری رفتارِ قلم

انداز رفتار
سخن قلم

۳۔ تیری دانش میری اصلاحِ مفاسد کی رہین
تیری بخشش مری انجاحِ مقاصد کی کفیل

دانش بخشش
اصلاح انجاح
مفاسد مقاصد
رہین کفیل

۴۔ بخت ناساز نے چاہا
چرخِ کج باز نے چاہا

بخت چرخ
ناساز کج باز

۵۔ گہر اندوز اشارات کثیر
رقم آموزِ عبارات قلیل

گہر رقم
اندوز آموز
اشارات عبارات
کثیر قلیل

غرض اردو شاعری کو صوتی تلذذ بخشنے میں غالب نے بڑی فیاضی سے کام لیا ہے اور اس میدان میں اس کا کوئی مقابل ہے تو وہ اقبال ہے، صرف اقبال۔

انجمن ترقی اردو بنارس کے جلسہ کی قراردیں اور مطالبات

(۱) انجمن ترقی اردو کا یہ سالانہ جلسہ اپنے پرانے مطالبہ کی تجدید کرتا ہے اور حکومت ہند و حکومت اتر پردیش سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ اردو کو صوبہ اتر پردیش میں ثانوی علاقائی زبان کا درجہ عطا فرما دے کیونکہ اردو کے تحفظ کا کوئی دوسرا چارہ نظر نہیں آتا۔

(۲) انجمن ترقی اردو بنارس کا یہ سالانہ اجلاس حکومت اتر پردیش سے مطالبہ کرتا ہے کہ سہ لسانی فارمولہ میں کسی کلاسیکی زبان کو داخل نہ کرے تاکہ اقلیتوں کو اپنی مادری زبان کے پڑھنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور ہندی کے علاوہ غیر ہندی والوں میں بے چینی پیدا نہ ہو۔

(۳) انجمن ترقی اردو بنارس کا یہ سالانہ اجلاس حکومت اتر پردیش سے مطالبہ کرتا ہے کہ اردو اساتذہ کی کمی کو دور کرنے کے لئے اردو ٹریننگ سنٹر قائم کیا جائے اور ان کی ٹریننگ کا انتظام کیا جائے جیسا کہ مرکزی داخلہ ڈپارٹمنٹ کا اعلان مورخہ ۱۴رجولائی ۱۹۵۸ء و ۲۰رجولائی ۱۹۵۸ء ہے نیز ان کا کوٹہ مقرر کیا جائے جیسا ۱۹۴۸ء کے پہلے تھا۔

بعدہٗ انتخاب عہدیداران و ممبران مجلس منتظمہ عمل میں آیا۔

صدر: جناب سید محمد سلیمان عباس رضوی صاحب پروفیسر عربی و فارسی بنارس ہندو یونیورسٹی۔

نائب صدر: پروفیسر حکم چند نیر صاحب بنارس ہندو یونیورسٹی شعبۂ اردو

۲۔ محترمہ حمیدہ قریشی صاحبہ پروفیسر بنارس ہندو یونیورسٹی
۳۔ جناب مسلم الحریری صاحب
۴۔ رائے کرشن چندر صاحب رائے ایڈوکیٹ
۵۔ بابو کرشن موہن صاحب ایڈوکیٹ

جنرل سکریٹری: ماسٹر شیو ناتھ پرشاد صاحب ایڈوکیٹ
سکریٹری: داتا رسول صاحب
نائب سکریٹری: محمد رفیع خاں صاحب
محمد ابراہیم اعظمی صاحب ایم۔اے
سکریٹری لائبریری و مکتبہ: جناب قمر الحسن صاحب
سکریٹری نشر و اشاعت: ریاض الحسن انصاری صاحب

ممبران: احسان الحق صاحب مدیر آزاد بنارس، حمید اللہ انصاری صاحب ایم۔اے، جناب کلن خاں صاحب، جناب شرف الدین صاحب، ڈاکٹر محمد عثمان صاحب، جناب صغیر احمد صاحب شوق، ڈاکٹر محمد حنیف صاحب کارپوریٹر، عبدالغفار صاحب

مضامین رشید
پروفیسر رشید احمد صدیقی
سائز: ۲۲×۱۸، صفحات: ۲۴۹، قیمت: ۲۰ روپے
انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

محمد صفی الرحمٰن صاحب کارپوریٹر، صلاح الدین صاحب، بابو کشن شنکر عبد الرحیم صاحب، جناب زبیر احمد صاحب، جناب شوریدہ صاحب سلام اللہ صدیقی صاحب، غیاث الدین صاحب، جناب محمد سعید صاحب، مولانا احمد مکرم اعظمی صاحب، عبد الرؤف صاحب، جناب بدر الدین صاحب، جناب مشتاق النبی صاحب، جناب کاظم رضا صاحب، ضیاء الدین آڈیٹر، جناب حکیم محمد یوسف صاحب
(دانا رسول سکریٹری)

اردو کی تعلیم کے مسائل کی جانب سے حکومت راجستھان کی یہ غفلت کیوں؟

انجمن ترقی اردو شاخ راجستھان کی عرضداشت

انجمن ترقی اردو، راجستھان کے جنرل سکریٹری جناب مولوی احترام الدین احمد شاغل نے محکمۂ تعلیمات (راجستھان) کے اسسٹنٹ سکریٹری کے نام ایک درخواست روانہ کی ہے جس میں صوبائی سطح پر اردو زبان کی تعلیم سے متعلق مسائل کی جانب حکومت کو متوجہ کیا گیا ہے۔ اس عرضداشت میں جن باتوں کی طرف خصوصی توجہ کا مطالبہ کیا گیا ہے ان کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

عرضداشت میں کہا گیا ہے کہ ـــ گرچہ زبان کے مسئلے پر حکومت راجستھان کی پالیسی بہت واضح ہے لیکن دشواری یہ ہے کہ وہ ماتحت عہدیداران جو عملی طور پر پالیسی کا نفاذ کرتے ہیں، ان کی کارکردگی عام طور پر پالیسی کے تقاضوں کی نفی کرتی ہے۔ اردو کے لئے ان کے دل و دماغ میں اتنی منافرت ہے کہ کسی نہ کسی بہانے وہ اسے نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر محلہ مہاوتان کے پرائمری اسکول کے ہیڈ ماسٹر جناب بشیر خان نے اپنے اسکول میں بلا کسی معقول سبب کے اردو کی تعلیم بند کردی جبکہ ان کے اسکول میں گذشتہ کئی برسوں سے اردو پڑھائی جاری تھی اور اردو پڑھنے والے طلبہ کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ اس واقعے کی طرف کئی ذمہ دار عہدیداروں کو متوجہ کیا گیا لیکن نہ تو بشیر خان صاحب کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی اور نہ اس سلسلے میں ضروری احکامات دئے گئے۔

ایسے پرائمری اسکولوں کی فہرست کئی بار آپ کی خدمت میں پیش کی جاچکی ہے جن میں اردو پڑھنے کے شائق طلبہ کی خاصی بڑی تعداد موجود ہے۔ پچھلی بار ایسی ہی ایک فہرست محکمۂ تعلیمات اور کمشنر لسانی اقلیتوں کی خدمت میں بھی پیش کی گئی تھی۔ زیر نظر درخواست کے ساتھ بھی ان تمام پرائمری مڈل اور ہائر سکنڈری اسکولوں کی ایک فہرست منسلک ہے جن میں اردو پڑھنے کے خواہاں طالب علم مطلوبہ تعداد میں موجود ہیں اور جن کی مادری زبان اردو ہے یا جو اختیاری مضمون کے طور پر اردو پڑھنا چاہتے ہیں۔ ان اسکولوں میں سردست اردو تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

ان اسکولوں میں اردو کی طرف سے جو بے توجہی نظر آتی ہے، اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر اپنی ذاتی مصلحتوں اور خود غرضیوں کے باعث اعلیٰ عہدیداروں کو اردو طلبہ کی تعداد کے سلسلے میں ہمیشہ غلط اور گمراہ کن اطلاعات فراہم کرتے رہتے ہیں۔ تفتیش کرنے پر یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ ان کی پیش کردہ اطلاعات کتنی ناقص اور غلط ہیں۔ ان اسکولوں میں اقلیتوں کی زبان کا کوئی رجسٹر بھی تیار نہیں کیا جاتا۔

ہم متعدد بار یہ گذارش کرچکے ہیں کہ حکومت راجستھان اس مسئلے کی جانچ پڑتال کے لئے ایک خاص عہدیدار کو مقرر کرے اور انجمن کے نمائندوں کی موجودگی میں ان معاملات کی تحقیق کی جائے۔ ہماری گذارش پر اب تک کوئی توجہ نہیں کی گئی۔

اردو طلبہ کی ایک دشواری یہ ہے کہ جنرل سائنس، سماجی مضامین وموضوعات پر راجستھان میں اردو کی جو درسی کتابیں دستیاب ہیں ان کا ترجمہ عام طور پر بہت ناقص اور کتابت وطباعت اغلاط سے پُر اور نامعقول ہے۔ حکومت راجستھان کے چیف سکریٹری کی توجہ اس طرف منعطف کرانے کی کوشش کی گئی لیکن راجستھان نیشنلائزڈ ٹیکسٹ بکس بورڈ کے سکریٹری نے چیف سکریٹری کے احکامات کا ذرا بھی لحاظ نہیں کیا۔ خراب طباعت اور کتابت والی کتابوں کو درسی کتب کی فہرست سے الگ کرلیا گیا ہے لیکن ان کی جگہ دوسری کتابوں کی شمولیت کے سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ اس طرح طلباء جد وجہد اور اشتراک سے جمع شدہ رقم کا ایک بڑا حصہ ضائع ہوگیا۔

ان دشواریوں پر قابو پانے کے لئے یہ کیا جاسکتا ہے کہ جب تک راجستھان بورڈ درسی کتابوں کا انتظام نہیں کرتا اس وقت تک جامعہ ملیہ دہلی یا بعض دوسری ریاستوں میں رائج کتابوں سے کام چلایا جائے۔ اس ضمن میں حکومت راجستھان احکامات صادر کرچکی ہے لیکن ان کی تعمیل ابھی تک نہیں کی گئی۔ اس طرف بھی توجہ دی جائے



یادداشت کے ساتھ منسلک فہرست کے مطابق ان اسکولوں کے نام درج ذیل ہیں جہاں اردو تعلیم کا کوئی انتظام نہیں اسکولوں کے ساتھ طلبہ کی صحیح تعداد تو نہیں دی گئی ہے لیکن یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ان تمام اسکولوں پر (۱۰:۳) فارمولے کا اطلاق ہوتا ہے اور یہاں اختیاری مضمون کی حیثیت سے بھی طلبہ اردو پڑھنا چاہتے ہیں۔

پرائمری اسکول :-

(۱) پرائمری اسکول بنی گاردن
(۲) " ستیل نواس
(۳) " ٹولی پاڑہ
(۴) " مدرسہ مولانا صاحب
(۵) " دوّاب خانہ
(۶) " باس بدن پورہ
(۷) " ملاد اتن
(۸) " کاڑمیل گرن
(۹) " سمریاں
(۱۰) " کاسنی گرن

جے پور مڈل اسکول :-

(۱) باڑل مڈل اسکول ، توپ خانہ ہزس
(۲) رام گنج مڈل اسکول
(۳) گھاٹ گیٹ مڈل اسکول
(۴) جبار راجہ مڈل اسکول
(۵) دربار مڈل اسکول
(۶) ناہر گڑھ روڈ مڈل اسکول
(۷) پرانی بستی مڈل اسکول
(۸) مودی خانہ مڈل اسکول
(۹) پیپر کالونی مڈل اسکول
(۱۰) ہدیٰ کی ڈونس مڈل اسکول
(۱۱) گنگاپول گرلس مڈل اسکول
(۱۲) چاند پول گرلس مڈل اسکول
(۱۳) تیلی پاڑہ گرلس مڈل اسکول

ہائر سیکنڈری اسکول :-

(۱) ہائر سیکنڈری اسکول ، موتی کٹرہ
(۲) ہائر سیکنڈری اسکول ، مانک چوک
(۳) پوندار ہائر سیکنڈری اسکول

انجمن ترقی اردو شاخ چورو (راجستھان) کے مطالبات

انجمن ترقی اردو، شاخ چورو نے ضلع چورو کے انسپکٹر آف اسکولس اور محکمۂ تعلیمات، بجوہ پور کے ڈپٹی ڈائرکٹر کو دو درخواستیں روانہ کی ہیں جن میں اردو زبان کی تعلیم اور اردو اساتذہ کے بعض مسائل کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

ضلع چورو کے انسپکٹر آف اسکولس کے نام جو درخواست بھیجی گئی ہے اس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ جن اسکولوں میں اردو زبان کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی معقول تعداد موجود ہے وہاں اس سلسلے میں ضروری انتظامات کئے جائیں۔ درخواست میں اس امر پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے کہ طلبہ کی دشواریوں اور ان کے سرپرستوں کی متواتر گذارشوں کے باوجود ابھی تک اس مسئلے کو حل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے۔

دوسری درخواست جو محکمۂ تعلیمات کے ڈپٹی ڈائرکٹر کے نام ہے اس کا تعلق اردو اساتذہ کے تقرر، ان کی ٹریننگ اور ایسے ہی دوسرے عملی مسائل سے ہے۔ اس درخواست میں کہا گیا ہے کہ اردو اساتذہ کی خالی جگہوں پر نہ تو نئے تقرر کئے جا رہے ہیں اور نہ ٹریننگ کے لئے نئے اساتذہ تیار کئے جا رہے ہیں۔ جو اساتذہ مختلف جگہوں پر کام کر رہے ہیں ان کے انکریمنٹ اور سنیارٹی وغیرہ سے متعلق مسائل عدم توجہی کے شکار ہیں۔ اس سلسلے میں فوری توجہ اور اصلاحات کی اپیل کی گئی ہے۔

اردو کو مراعات دینے کے لئے احتجاج

انجمن معراج ادب گورکھپور کے زیر اہتمام بہی خواہان اردو کا ایک اجتماع بصدارت محمد ابراہیم صاحب بمقام احاطہ جارج اسلامیہ انٹر کالج گورکھپور منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل تجاویز منظور ہوئیں۔

(۱) لوکل باڈیز (ضلع پریشد اور میونسپل بورڈ) کے زیر انتظام چلنے والے جنرل پرائمری اسکولوں کی مجموعی تعداد ڈیڑھ ہزار سے متجاوز ہے لیکن کسی ایک بھی جنرل پرائمری اسکول میں اردو کی تعلیم کا انتظام باوجود بار بار مطالبے کے نہیں کیا جا رہا ہے۔

(۲) جونیر ہائی اسکولوں اور ہائر سکنڈری اسکولوں میں درجات ۶-۷ اور ۸ میں ان طلبہ کو بھی جن کی مادری زبان اردو ہے تیسری زبان کی حیثیت سے سنسکرت پڑھنے پر مجبور کیا جاتا ہے حالانکہ اردو کے خواہشمند طلبہ کی تعداد گورنمنٹ کی مقرر کردہ تعداد سے زیادہ ہوتی ہے اردو کے سلسلے میں گورنمنٹ کے نئے احکامات کی روشنی میں ان معاملات کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

(۳) جن اداروں میں اردو ٹیچر پہلے سے موجود ہیں ان میں بھی اردو کی تعلیم کا انتظام نہیں کیا جاتا ہے اس سلسلے میں جے پوریا انٹر کالج آنند نگر ضلع گورکھپور کا نام خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے جس میں ایک

اردو ٹیچر ۱۹۴۷ء کے پہلے سے کام کرتے ہیں لیکن وہاں اردو کا نام لینا جرم ہے اسی طرح کوآپریٹیو انٹر کالج بہرائچ اور گورنمنٹ جوبلی انٹر کالج گورکھپور کے درجہ ۹ میں اردو کا انتظام کرنے سے انکار کیا جاتا ہے حالانکہ ان اداروں میں بھی اردو ٹیچر موجود ہیں یہ اجتماع حکومت یوپی سے مطالبہ کرتا ہے کہ مندرجہ بالا سوالات پر فوری توجہ کرے۔

(۴) یہ اجتماع حکومت یوپی سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایک جی او کے ذریعہ اس بات کو واضح کر دے کہ پرائمری اسکولوں میں پورے اسکول میں ۴۰ یا کسی ایک درجہ میں کم از کم ۱۰ طلبہ کا ہونا اردو ٹیچر کی تقرری کی شرط ہے اردو پڑھانے کی شرط نہیں ہے لہٰذا جن اداروں میں اردو جاننے والے اساتذہ موجود ہوں وہاں ۴۰ یا ۱۰ کی پابندی نہیں ہے۔

(۵) یہ اجتماع حکومت یوپی سے مطالبہ کرتا ہے کہ ضلع پریشد گورکھپور کے زیر انتظام چلنے والے تقریباً ۱۴۴۴ جنرل پرائمری اسکولوں اور تقریباً ۷۰ جونیر اسکولوں کے لئے کم از کم ۳۰ اردو ٹیچروں اور میونسپل بورڈ کے تقریباً ۱۰۰ پرائمری اسکولوں اور ۴ جونیر اسکولوں کے لئے کم از کم ۱۰ اردو ٹیچروں کا تقرر اسی سیشن سے منظور کیا جائے تاکہ اردو تعلیم میں کوئی دقت نہ رہے۔

یہ اجتماع حکومت یوپی سے مطالبہ کرتا ہے کہ اردو کو جو کاغذی مراعات دی گئی ہے جنھیں گورنمنٹ نے کتابی صورت میں شائع بھی کیا ہے انھیں قانونی حیثیت دی جائے۔

سرکلر از جانب محکمہ تعلیمات، حکومت یوپی

مکرمی! آپ سے کہنا ہے کہ جی او نمبر اے ۸۶۹۳ / ۱۵-۲-۷۴۹ مورخہ ۲۲-۷-۱۹۶۹ میں دی گئی ہدایات پر پوری طرح عمل کریں اور اس کو پوری طرح شہرت دیں اساتذہ اور ضروری کتابوں کا انتظام کریں۔ اگلا تعلیمی سال شروع ہونے سے پہلے اس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

الف۔ جونیر بیسک سطح پر

۱۔ جہاں مادری زبان ہندی سے الگ ہے ایک استاد کا تقرر کرکے مادری زبان کے ذریعے تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ چالیس طالب علم ہر اسکول میں اور دس ایسے طالب علم ہر درجہ میں متعلق مادری زبان بولنے والے ہوں۔

۲۔ تعلیم دینے اور امتحان لینے کا ذریعہ بچے کی مادری زبان ہوگی۔

۳۔ مادری زبان وہی ہوگی جس کو والدین یا سرپرست نے مادری زبان بتایا ہو۔

۴۔ درجہ ۳ سے پہلے اور درجہ ۵ کے بعد ہندی پڑھانا شروع نہ کیا جائے۔

۵۔ جونیر ہائی اسکول سطح پر مادری زبان سے ہندی پر لانے کے لئے بچوں کو موقع دیا جائے کہ جونیر بیسک سطح کے دو برس بعد تک اپنی مادری زبان میں سوالوں کا جواب دیں۔

(ب) جونیر بیسک اور سکنڈری سطح پر:۔

۱۔ اگر ایسے طالب علموں کی تعداد جن کی مادری زبان ہندی سے مختلف ہو اتنی کافی ہو کہ اس علاقہ میں ایک علاحدہ اسکول چل سکتا ہو تو ایسے اسکول (ودیالیہ) میں تعلیم کا ذریعہ بچوں کی مادری زبان ہوگی۔

۲۔ ایسے اسکول اگر نجی جماعتوں نے قائم کئے ہوں یا چلاتے ہوں تو ان کو حسب قواعد سرکاری طور پر تسلیم کیا جائے گا اور سرکاری امداد دی جائے گی۔

۳۔ سرکار ایسی ہی سہولتیں ان سرکاری میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈ اسکولوں کو دے گی جہاں اسکول کے طالب علموں کا ایک تہائی حصہ اپنی مادری زبان میں تعلیم دینے کی درخواست کرے۔

۴۔ سرکاری امداد ملنے والے اسکولوں میں بھی سرکار کے آرڈر کے مطابق اس قسم کی تعلیم کا انتظام کیا جائے، اگر ایک تہائی بچے اس کی خواہش ظاہر کریں شرط یہ ہے کہ اس علاقہ میں اس خاص زبان کے ذریعہ تعلیم دینے کی کافی سہولت نہ ہو۔ ہندی ہر حالت میں ضروری مضمون جونیر ہائی اسکول سطح پر رہے گی۔

۵۔ متذکرہ بالا انتظام ان بڑے شہروں اور جگہوں میں خاص طور پر ضروری ہے جہاں پر ایک بڑی تعداد میں لوگ مختلف زبانیں بولتے ہیں۔

۶۔ طالب علموں کے سرپرستوں سے ذیل کا فارم بھروایا جائے۔

"میں .... والد یا سرپرست .... طالب علم ..... درجہ جونیر ہائی یا ہائر سکنڈری اسکول ..... اعلان کرتا ہوں کہ میرے لڑکے کی مادری زبان .... ہے اور درخواست کرتا ہوں کہ اس کو اسکول میں تعلیم ..... کے ذریعہ دی جائے۔

پورے دستخط اور پتہ"

تعلیمی سال شروع ہوتے ہی کلاس ٹیچر لڑکوں کو یہ فارم چھپے ہوئے یا سائیکلو اسٹائل کئے ہوئے دلا دیں جو اپنے سرپرستوں سے بھروا کر واپس کریں گے۔ سرپرستوں کو مادری زبان بھرنے کی پوری آزادی ہوگی۔ کلاس ٹیچر ان کو جمع کرکے ہیڈ ماسٹر کو دیں گے جو ان کو احتیاط سے رکھے گا اور ان کا اسٹیٹمنٹ بنا کر ۱۵ر جولائی تک ہر سال ڈپٹی انسپکٹر اسکول، انسپکٹر یا چیرمین میونسپلٹی یا منیجر کو بھیجیں گے جو فوراً اپنا اسٹیٹمنٹ انسپکٹر اسکول کو ضروری کارروائی کے لئے بھیجیں گے۔!

علاقائی زبانوں کے مشترکہ رسم الخط کی تجویز

سری نگر؛ جموں و کشمیر کے گورنر جناب بھگوان سہائے نے کل ہند بنگالی ادب کی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے علاقائی زبانوں کے لئے مشترکہ رسم الخط کی تجویز پیش کی انھوں نے کہا اس طرح ایک زبان جاننے والوں کو دوسری زبانوں کے ادب سے واقفیت ہوگی اور اتحاد کے جذبہ کو بھی فروغ ملے گا۔

تبصرے

ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی

عروجِ آدم

مصنف:۔ رفعت سروش

ناشر:۔ مجلس اشاعت ادب۔ دہلی ۶

قیمت:۔ پانچ روپے

رفعت سروش ہمارے جانے پہچانے شاعر ہیں۔ ان کا پہلا مجموعۂ کلام "وادیٔ گل" چند سال پہلے شائع ہو کر ادبی حلقوں میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اب "عروجِ آدم" کے نام سے انھوں نے اپنی طویل تمثیلی نظموں کا مجموعہ شائع کیا ہے۔ تمثیلی نظم کو بعض حضرات منظوم ڈرامے کے ساتھ خلط ملط کر دیتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنی جگہ پر ایک علٰحدہ صنفِ سخن ہے۔ ان نظموں میں ڈرامائیت تو ہوتی ہے مگر ان کے کردار عام طور پر مجرد ہوتے ہیں اور علامتی نوعیت رکھتے ہیں۔ مکالموں میں روزمرہ کی زبان کے بجائے خطیبانہ اور فکری آہنگ ہوتا ہے۔ اقبال نے سب سے پہلے اس طرح کی نظموں کی داغ بیل ڈالی تھی۔ جوش نے اسی انداز پر "حرفِ آخر" لکھنی شروع کی تھی جو ہنوز ناتمام ہے۔ سردار جعفری نے "نئی دنیا کو سلام" لکھ کر اسے دورِ حاضر کے مسائل سے زیادہ قریب کرنے کی کوشش کی۔ رفعت سروش نے اس سلسلے کو اور آگے بڑھایا ہے۔ "عروجِ آدم" کے عنوان سے جو نظم ہے اس کا انتساب یوری گگارن کے نام کیا گیا ہے جس نے پہلی بار خلا میں پرواز کر کے انسانی تہذیب میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔" اس نظم میں راکٹ، فضا، انسان اور چاند ستاروں کو کردار کی حیثیت سے استعمال کیا گیا ہے۔ اس تمثیلی نظم کے پس منظر میں دراصل اقبال کا یہ شعر ہے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں　　کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

"نئی صبح" کے عنوان سے جو تمثیلی نظم ہے اس میں وقت، ماضی، انسان، شیطان، اور صبح کو بطور کردار پیش کیا گیا ہے۔ اس نظم میں بھی انسانی تہذیب کا ارتقا، ابنِ آدم کی فتوحات اور روشن مستقبل کا تصور پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ "شعورِ حیات" میں وقت، آدمی، صبح، دوپہر، اور شام کے کردار آتے ہیں۔ ان کرداروں کے ذریعہ شاعر نے زندگی کے ارتقا اور اس کے مثبت پہلوؤں کو ابھارنے کی کوشش کی ہے۔ "شکستِ زنداں" میں نئی کرن، اندھیرے کا راجہ، ملکۂ تیرگی اور زندانی کے کردار ہیں۔ اس نظم میں ہندوستان کی آزادی کو تمثیلی پیرایے میں پیش کیا گیا ہے۔ "نغمۂ جاوداں" جواہر لال نہرو کی وفات پر لکھی گئی ہے اور "روحِ تاشقند" میں ہند و پاک جنگ کے پس منظر میں امن کا پیغام دیا گیا ہے اور امن کو ہماری سب سے بڑی تہذیبی روایت قرار دیا گیا ہے۔ گوتم، نانک، چشتی، خسرو، میر، غالب، گاندھی، اقبال اور جواہر لال سب شاعر کے نزدیک امن کے پیغامبر تھے۔

رفعت سروش کی یہ نظمیں دورِ حاضر کے سیاسی اور تہذیبی مسائل سے متعلق ایک شاعر اور فنکار کے ردِعمل کو پیش کرتی ہیں۔ انھیں زبان و بیان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ بحر اور آہنگ کا تنوع بھی ان کے یہاں خاصا ہے۔ تکرار اور بے مقصد طوالت کے عیب سے بھی ان کی نظمیں پاک ہیں۔ امید ہے کہ یہ مجموعہ تمثیلی نظموں کے سرمایے میں ایک قابلِ قدر اضافہ قرار دیا جائے گا۔

خوابوں کا مسیحا

مصنف:۔ اعجاز صدیقی

قیمت:۔ دو روپے پچاس پیسے

ناشر:۔ مکتبہ قصر الادب۔ بمبئی ۸

جواہر لال نہرو کی وفات پر یوں تو اردو میں سیکڑوں نظمیں لکھی گئیں مگر ایسی نظمیں کم ہیں جو ادبی اور فنی حیثیت سے دائمی قدر و قیمت کی حامل ہوں۔ اعجاز صدیقی کی نظم "خوابوں کا مسیحا" بلاشبہ اس موضوع پر ایک کامیاب ترین نظم ہے۔ یہ نظم پہلے رسائل میں شائع ہو کر اہلِ نظر کو اپنی طرف متوجہ کر چکی تھی۔ اب یہ ترمیم و اضافے کے ساتھ کتابی صورت میں شائع ہوئی ہے اور اس کے ساتھ انگریزی اور ہندی میں اس نظم کے ترجمے بھی دے دیئے گئے ہیں۔ انگریزی ترجمہ ابراکیانی کا اور ہندی روپ ندا فاضلی کا ہے۔

اعجاز صدیقی نے نہرو کو "خوابوں کا مسیحا" کہہ کر انھیں ایک بامعنی کردار بنا دیا ہے اور اس کردار کو مختلف رنگوں میں ابھارنے کی کوشش کی ہے۔

ایک جگہ انھیں مصور کہا ہے۔

خواب جو ایک مصور نے کبھی دیکھے تھے
خواب وہ ٹوٹ گئے
وہ مصور نہ رہا
رنگ بھرتا رہا جو قوم کی تصویروں میں

روح و جذبات و خیالات کی یکجہتی کا
خونِ دل جس کا جھلکتا رہا تقریروں میں
ایک ہی رنگ عیاں جلوۂ صد رنگ سے تھا

(باقی صفحہ ۲ پر)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید ضیا ذکی نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا